

غالب دیوانہ مل جائے تو دیکھنا اس کا کیا حال ہے، ذرا اس کا خیال رکھنا۔

کوئی دن گر زندگانی اور ہے اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے
آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں سوزِ عنہاے نہانی اور ہے
بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں پر کچھ اب کے سرگرائی اور ہے
دے کے خط، منہ دیکھتا ہے نامبر کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
قاطعِ اعمار ہیں اکثر نجوم وہ بلائے آسمانی اور ہے
ہو چکیں غالب! بلائیں سب تمام ایک مرگِ ناگمانی اور ہے

۱۔ شرح : قاصی عبد الجلیل جنون نے اس شعر کی شرح خود مرزا غالب سے پوچھی تھی۔ جواب میں فرماتے ہیں :

”اس میں کوئی اشکال نہیں، جو لفظ ہیں، وہی معنی ہیں۔ شاعر اپنا قصد کیوں بتائے کہ میں کیا کروں گا؟ مبہم کہتا ہے، کچھ کروں گا خدا جانے شہر میں یا نواح شہر میں تکیہ بنا کر فقیر ہو کر بیٹھ رہے یا دیس چھوڑ کر پردیس چلا جائے۔“

مولانا طباطبائی فرماتے ہیں : ”بندش کی خوبی اور محاورے کے لطف نے اس شعر کو سنبھال لیا، ورنہ غالب سا شخص اس بات سے بے خبر نہیں ہے کہ جی کی بات جی میں رکھنا المعنی فی بطن الشاعر کہلاتا ہے۔ اس شعر سے یہ سبق لینا چاہیے کہ بندش کے حسن اور زبان کے مزے کے آگے اساتذہ صنف معنی کو بھی گوارا کر لیتے ہیں۔“